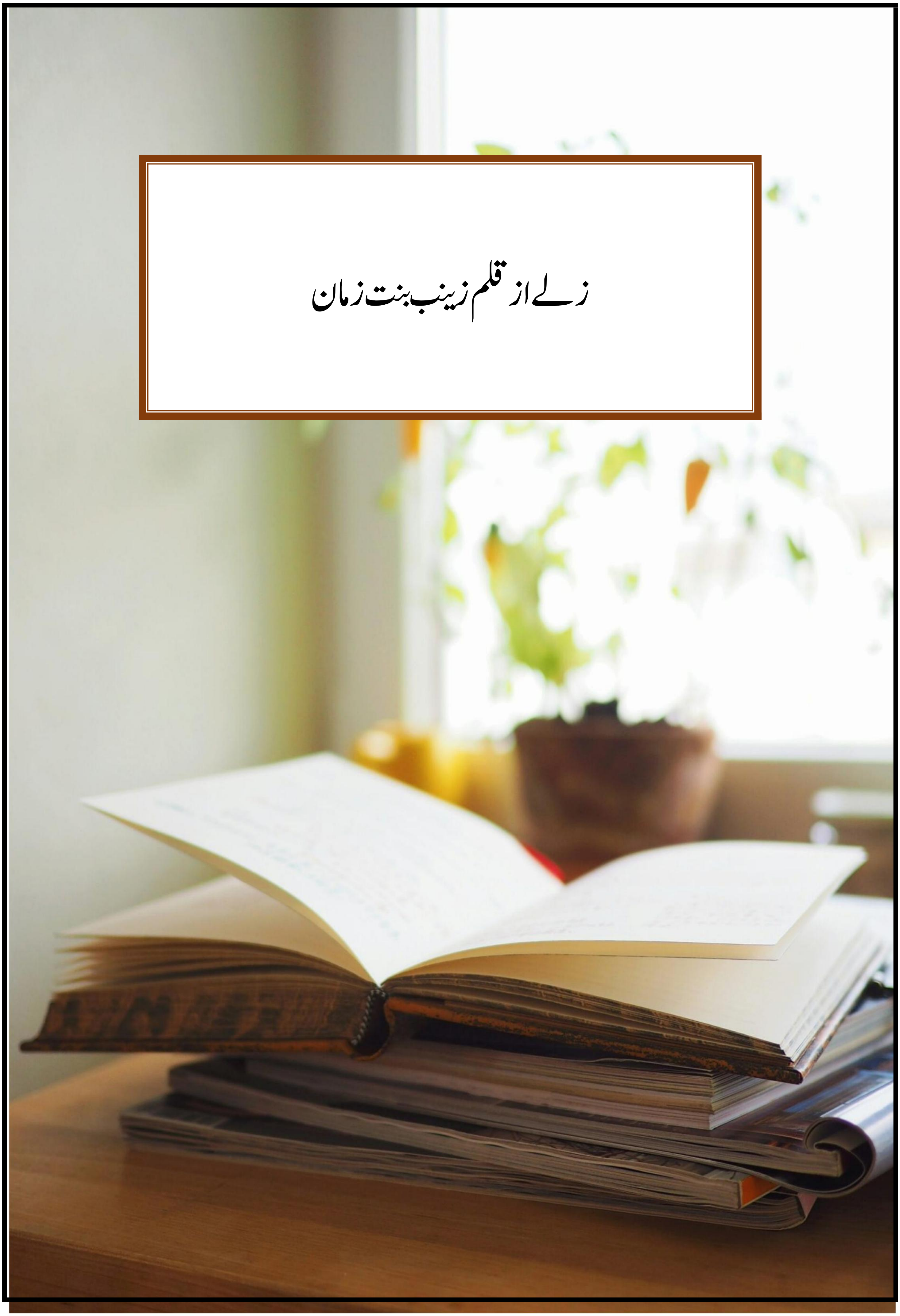

زلے از قلم زینب بنت زمان

اردوناولزبلاگز

اردوناولزبلاگز کی طرف سے پیشکش

ناول "اردوناولزبلاگز" کی ویب سائٹ کا حصہ ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیا گیا ہے ہماری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے
آپ کو اعلی معیار اور اردو ادب فراہم کیا جائے-

براہ کرم اس pdf کو صرف ذاتی مطالعے کے لیے استعمال کریں اس کے بغیر اجازت تقسیم، کاپی یا کسی اور پلیٹ فارم پر اپلوڈ کرنا سختی سے منع ہے-

اگر آپ ہمارے ساتھ اپنی تحریریں شیئر کرنا چاہتے ہیں یا کوئی تجاویز دینا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں-:

urdunovelsblog

ویب سائٹ: urdunovels.blogs

ای میل: urdunovelsblogs@gmail.com

انسٹاگرام: @urdunovelsblogs

فیس بک: fb.com/urdunovelsblogs

آپ کی رائے ہمارے لیے اہم ہے!

زلے از قلم زینب بنت زمان

قصہ گو دریافت کر رہا ہے " میں جھوٹ کہوں یاں سچ سناؤں؟"

سامع کہانیوں سے برہم ہے "تمہارے سچ بھی جھوٹ ہیں۔"

قصہ گو کا لہجہ تھکا ہوا ہے۔ "تم بے اعتباری و ناامیدی کی ہوا میں کیوں سانس لیتی ہو؟"

میں جانتی ہوں ہر انسان مفاد پرست ہے، محبت ایک جھوٹ ہے اور انسیت تکلیف ہے۔ کہانیوں کا ہر حرف پاگل پن ہے۔ حقیقت دکھی ہے اور دکھ" سامع بدظن ہے۔" حقیقت۔

قصہ گو کا چہرہ اپنے سامع کی آنکھ کے کرب پر افسوس کرنے لگا۔"تم فرشتوں کو کبھی نہیں ڈھونڈ سکتی۔"

برہم لہجہ، زخم زخم انداز، دل کرچی کرچی۔" میں فرشتے نہیں ڈھونڈ رہی، میں بھلا فرشتے کیونکر ڈھونڈنے لگی۔"

urdunovelsblog

تو پھر انسان تو ہمیشہ سے ہی ایسا ہے۔ سچا، جھوٹا، محبت کا حامی، نفرت کا مارا، نیت کا صاف، کھوٹ کا گاڑا، اپنے نفس کی برائی سے لڑتا ہوا اچھا انسان، اپنی" " اچھائی کا چرچہ کرتا برا انسان۔ انسان گناہگار ہے اور توبہ گنہگار کے لیے بنائی گئی ہے۔

لہجہ دکھ کا مارا ہے۔ انسان کو انسانوں سے بدگمانی ہے۔ مگر یہ گمان " انسان اپنی روایتوں پر اٹل ہے۔ مغرور، ظالم، جابر، بے حس اور بے پرواہ " حقیقت بھی ہو سکتا ہے۔ انسان انسانیت بھی تو کھو سکتا ہے۔

سکندر نے اب کے اپنا چہرہ اپنی واحد سامع کی طرف پورا موڑ لیا۔ اس کی سامع کا نام زلے ہے۔ زلے، وہ اس کی چھوٹی بہن ہے۔ قصہ گو کا کل جہان، اس کا کل اثاثہ اس کے بچپن کا ساتھی، قہقہوں اور مسکراہٹوں کی حصے دار۔ اور قصہ گو کا کل جہان خزاں کے موسم میں ڈوبا ہوا ہے۔ اسے دکھ ہے، اور دکھ ہے اولاد کا دکھ۔ ایک عورت کا چہرہ مرجھایا ہوا جسے ماں کے مقام کی ہوا کی کمی ہے۔ جسے بے اولادی کے طعنوں کے نشتر گھائل کرتے ہیں۔ اس کا سینہ زمانے کے سوالوں کے چابک سے زخمی ہے۔ زخم سے خون رستا ہے، دل بوجھ پکڑتا ہے۔ آہ کی نہیں جاتی، اور چیخوں سے دماغ پھٹ جاتا ہے۔ ایک

عورت اگر زمانے کی معین مدت تک ماں نہیں بن سکی تو اس کے ماتھے پر بے اولادی، بانجھ پن کا ٹپہ سجایا جاتا ہے۔ وہ رب سے مانگتی ہے، کوششوں سے ایمان کی مضبوط ڈور تھامتی ہے۔ مگر اس کے دماغ میں پڑنے والی طعنہ زدہ آوازیں، آوازیں نہیں بلکہ صور جو جب اس کے کانوں میں پھونکا جاتا ہے۔ اس کا ذہنی توازن بگاڑنے کو کافی رہتا ہے۔ وہ نیم پاگل عورت، حساس عورت، احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتی ہے۔ اور احساسِ کمتری، تمہیں معلوم ہے کیا حالت ہے؟۔ تم کبھی اس شخص کو قریب سے دیکھو تو اس کی حالت پر سہم جاؤ، تم اس پر ترحم کی نگاہ ڈالو، تمہارا دل پتھر بھی ہے تو رو دے۔ بوند بوند آنسو آنسو۔

اس نے چہرہ ہتھیلیوں پر گرا دیا۔ نقاہت حد سے سوا ہوئی۔ " میں تھک گئی ہوں بھائی "

سکندر نے اس کے ہاتھ " تمہیں ابھی تھکنا نہیں ہے زلے، میری بہن کو ہمت کرنی ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم تو بہت حوصلے والی تھی گڑیا " اس کے چہرے سے ہٹا کر اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔ اس کے ہاتھوں پر چھالوں کے نشان ہیں۔ اس کی عمر سے بڑے روگ اس کو عمر سے بڑا دکھاتے ہیں۔ اس کی عمر تو نہیں کہ اس کے ہاتھ جھریوں زدہ ہو جائیں۔ آہ یہ روگ، آہ یہ آزمائش۔

بھائی وہ گھر میرے تمام ہنر کھا گیا، میرے حوصلوں کو زنگ لگ گیا ہے۔ اب وہ زنگ مجھے آہستہ آہستہ ختم کر دے گا۔ تم لوگوں نے مجھے وہاں بیاہ کر " بھیجا تھا۔ ابا نے کہا تھا زلے اب تمہارے جنازے کی خبر آئے سو آئے۔ لڑکریاں طلاق کی لعنت لے کر کبھی نہ لوٹنا۔ میں ابا سے کیے وعدے کو نبھا رہی ہوں، یعنی میں میت ہو جانے کو ہوں۔ میرا وقت قریب لگتا ہے۔ ابا کا وعدہ پورا ہو، تمہاری بہن کی خیر ہے، بہنوں کی تو خیر ہوتی ہے۔ عزت نہ جائے، اسے غصہ تھا غم بھی۔ " پالی ہوئی بیٹی چاہے باڑ میں جائے

زلے رونے لگی۔ اس کی آنکھوں سے نکلتا گرم سیال اس کے رخساروں سے ہوتا اس کے خالی مگر بوجھ زدہ دامن میں گرنے لگا۔ اس کی ہچکیوں سے وہ کمرہ گونج اٹھا۔ اور دیواریں وہ بھی زلے کے غم کو سنتی اپنے سینے پر اس کی سسکیاں سہنے لگیں۔ اس کمرے کے طاق میں رکھا وہ پیلی روشنی پھیلاتا دیا زلے کے غم میں گریہ زار بن کر شریک لگنے لگا۔ بیٹیوں کا دکھ دیواریں سنتی ہیں، دیے بھی سمجھتے ہیں، اور وہ صرف سمجھنے کے مدار پر گردش کر سکتے ہیں ۔ مگر یہ بیٹیوں والے یہ کیوں نہیں سمجھتے، کیا بیٹی والے مجبور ہیں، ہوا۔۔۔۔۔۔۔اے۔۔۔۔۔۔ہوا، سن ذرا۔۔۔۔مجھے بیٹی والوں کے مجبور ہونے کی منطق سمجھا، ذرا کوئی دلیل دے، کوئی سرا ہاتھ پکڑا کہ گتھی سلجھے، میری عقل میں بات پڑے۔

تو جانتی ہے زلے ابا اپنے خاندان کی چہ مگوئیوں سے ڈرتا ہے۔ پہلے وہ میرا بوجھ اٹھا رہا ہے۔ تیرا بھائی اپاہج ہے یہ غم ابا کے دل کو کافی ہے۔ تیرا غم اس " کی عزت پر سوال اٹھائے گا۔ اس کا سر جھکا دے گا، اس کو مار دے گا۔ کہیں اس کی پگھ کا شملہ پیروں کی دھول نہ ہو جائے، کیا تو خاندان والوں کو نہیں جانتی، شریکوں کا علم نہیں تجھے۔ میں تیرا دکھ سنتا ہوں، سمجھتا ہوں مگر کر کچھ نہیں سکتا۔ میں اپنے پیروں پر ایک قدم چل نہیں سکتا، میں تجھے کون سی

زلے ہر بار کی دہرائی کہانی سنتی رہی۔ زلے پگھ کے شملے کو اپنی ایک ایک سانس لگا " راہ دکھاؤں۔ اپاہج ہم قدم نہیں ہو سکتے، اور راہبر تو بالکل نہیں دے گی۔ مگر لوٹ کر آنے کا خیال سوچ کر توبہ کرے گی۔ زلے سمجھائی بجھائی بیٹی ہے۔ بیٹیاں ہی تو عزت رکھتی ہیں۔ یہ تو روایت ہے۔ کسی ظالم عزت دار کی بنائی صدیوں پرانی روایت۔

میں لوٹ کر نہیں آؤں گی بھائی۔ تم فکر نہ کرو۔ زلے مرتی مر جائے گی مگر چوہدری ہاشم حسن کے شریکوں میں چوہدری ہاشم حسن کو رسوا نہیں " بچپن کی پڑھائی سیکھ، رٹی رٹائی سیکھ۔ " ہونے دے گی۔

میری بہن بہت ہمت والی ہے۔ تم صبر سے کام لو، رب تمہیں اولاد سے ضرور نوازے گا۔ باقی رہی سسرالیوں کے رویے کی بات تو اماں کی بیٹی ہے " " ۔اس نے بھی تو تمام عمر ہمارے خاندان کی جی حضوری کی نظر کر دیے ہیں۔۔۔۔۔۔

سکندر اپاہج، قصہ گو روایتوں اور تاریخ کے قصوں والا، جھوٹی تسلیوں اور کھوٹے والی امیدوں والا۔

زلے اپنے بھائی کو سنتی رہی۔ وہ اماں، چاچی، خالہ، نا جانے خاندان کی کس کس عورت کی کہانی سناتا رہا۔ اس فلانی نے یہ برداشت کیا۔ اور فلانی یہ برداشت کر رہی ہے۔ عورت برداشت کرنے کی طاقت زیادہ رکھتی ہے۔ عورت گھر کو جنت، جہنم بناتی ہے۔ عورت یہ، عورت وہ، عورت قربان، عورت مہان۔

زلے نے آس سے ہو چھا۔ "کیا تم اپنی بہن کو رونے کی اجازت دیتے ہو؟ "

بیسویں صدی کا سکندر اپنی بہن کا بھائی، " میں اپنا کندھا تجھے رونے کے لیے دیتا ہوں۔ آ میری گڑیا میرے کندھے پر سر رکھ اور بہا دے اپنے غم۔ " رونے کو کندھا دیتا ہے تو سمجھو کہ وہ سانس لینے کے لیے طابوت میں ایک سوراخ رکھتا ہے۔

زلے نے رونا شروع کیا، وہ رو رہی ہے۔ وہ کئی لمحوں تک روتی رہی۔ شادی کو آٹھ سال ہوئے ہیں۔ وہ اس کچے گھر کی کچی عمر کی زلے تھی۔ جب بیاہی گئی تو آٹھ سال لگے اور اب وہ کچی عمر سے نکل کر بوسیدہ زماں کا حصہ ہے۔ زلے کہتی ہے تم لوگ ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ گن کر آٹھ پورے کرتے ہو۔ مجھ سے ہو چھو آٹھ گزرتے کیسے ہیں میں بتاؤں گی کہ آٹھ ہوں یاں اٹھارہ یاں پھر اسّی عزت بچاتے گزرتے ہیں۔

وہ آنکھوں کو صاف کرتی باہر صحن میں آ گئی۔ وہ صحن میں بچھی منجی پر بیٹھ گئی۔ اس کا مائیکہ، اس کا بچپن وہ آنگن تو اس کی یادوں سے بھرا پڑا ہے۔ وہ سامنے کچی سیڑھیاں کچی چھت تلک جاتی ہیں۔ انہی سیڑھیوں سے ایک بار سکندر گرا تھا بچپن میں۔ وہ ایک ٹانگ سے چلتا تھا بیساکی کے سہارے، ایک ٹانگ پیدائشی کمزور تھی اور دوسری سیڑھیوں سے گرنے کے سبب وزن لینا چھوڑ گئی۔ چھوٹ اسے آئی تھی۔ اور روئی زلے تھی۔ اس نے کہا تھا

کہ اس کے بھائی کا ہر غم ہر تکلیف زلے کا غم اور تکلیف ہے۔اور بہنوں کے غم کس کے ہیں، چھوڑو یہ بات نہ چھیڑو۔آج وہ کچا صحن، وہ کچا مکان زلے سے پوچھتا ہے۔پیاری زلے تمہارے انداز کو کیا ہوا۔تم چپ کیوں ہو، خیر ہے۔ہم تو تم سے واقف ہیں۔زلے۔۔۔۔۔باتونی زلے تھی۔ہم نے تمہیں اپنی سکھیوں سنگ ہنستے کھودتے پروان چڑھتے دیکھا ہے۔زلے انسیت بڑی ہر شے کی آواز پر تھمتی، جھجکتی، سسکتی رہی۔

ابا گھر آیا تو دھی کو سامنے بیٹھا کر کہنے لگا۔

دھی رانی ایک عرصے بعد مائیکے آئی ہے۔ " کیسی ہو دھی رانی "

چہرے پر مسکان کا کھٹ ہے۔ " میں تمہاری دعاؤں سے ٹھیک ہوں ابا "

اماں نے روٹی ابا کے سامنے رکھی اور ابا نے کھانی شروع کر دی۔ " سسرال والے کیسے ہیں۔اور جمائی بابو کیوں نہیں آئے۔ "

زلے نے پانی کا گلاس ابا کے سامنے " سب خوش باش ہیں۔اور وہ کچھ مصروف تھے،ان کے دوست کا بیاہ قریب ہے اس کی تیاریاں جاری ہیں " رکھتے کہا۔سکندر بھی وہیں بیٹھا ہے۔

ابا خدشوں کی بات کرتا ہے،وہی عزت،روایت کی بات " جمائی بابو کے ساتھ آیا کر دھی۔بیاہی ہوئی بیٹیاں اکیلے آئیں تو خدشے لگ جاتے ہیں۔ " ۔ایک خاندان اور ماحول کا اثر واضح ہے۔زلے نے دیکھا تھا اس کا باپ،اس کا دادا، چاچے، خاندان بھر کے سب بابے سب کے سب اسی سوچ کے مالک ہیں۔بیسویں صدی کے اس بر صغیر کی سرد ہوائیں، سرد روایتیں،اونچے شملوں کی حکایتیں۔مسلمان ہندوؤں کے سنگ سنگ رہتے ان کی روایتوں کو اپنا گئے۔مانو یا نہ مانو۔یہ چند روایتیں بر صغیر کے ملسمان نے خوب اپنائی ہیں کہ دین میں بیٹی کا حق۔۔۔۔۔۔۔آہاں کچھ بھی نہیں اور بیٹی کا فرض۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہاں ہاں عزتوں کی امین۔

دل سے ہوک اٹھی اور عزیزِ من کچا گھر دل کی ہوک سن گیا، جان گیا کہ اب تو زلے اکیلی اس گھر بھی نہیں آسکتی " اگلی بار ان کے ساتھ آؤں گی ابا " ۔زلے کھلے باورچی خانے سے مزید روٹیاں لینے چلی گئی۔

سکندر نے بہن کے حق میں "ابا زلے اسی گھر کی بیٹی ہے،اکیلی آجائے گی تو کوئی آفت تو نہیں آجائے گی۔تجھے کون سے خدشے لگے رہتے ہیں ابا " وکالت کرنی چاہی۔

سکندر رفیقے کی دھی کو طلاق ہو گئی ہے۔ وہ میکے رہنے آئی تھی وہ بھی اکیلی تھی۔ آج پتا چلا لڑ کر آئی تھی۔ اس کا بندہ آیا اور تین لفظ بول کر چلتا بنا۔ رفیقے" ابا ہتک آمیز لہجے میں کہتا زلے کی طرف متوجہ ہوا جو ابا کی طشتری میں روٹی رکھ رہی تھی۔ " کے تو کندھے بیٹی کی وجہ سے جھک گئے

کھٹور لہجے کا سوال۔ سکندر نے بہن کو دیکھا کہ کہیں وہ سچ بتا نہ دے مگر وہ تھی جو مسکراتی ہوئی کہہ " تیرے تو تعلقات ٹھیک ہیں ناں جمائی بابو سے " رہی تھی۔

آہ بے نور آنکھوں والی جھوٹی۔ " تم فکر مت کرو ابا۔ راوی تمہاری بیٹی کے لیے چین ہی چین لکھتا ہے۔ "

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

جھوٹی زلے نے آنسو کس تجوری میں چھپا دیے۔ اس کی آنکھیں خشک کیسے ہوئیں۔ ماں سے دکھ چھپاتی ہوئی بیٹی نے حد کی۔ اس نے مسکان کا ایک مکھوٹا چہرے پر سجایا اور لگا کہ زلے چہرے پر مکھوٹے چڑھانے کی ماہر ہے۔ اس کا یہ روپ دکھ دیکھ لیں تو دھوکہ کھا جائیں۔ کہیں کہ ہم اس لڑکی کے دامن میں ہو ہی نہیں سکتے، بھلا اس کے چہرے کی مسکان کے اثر سے ہم تحلیل نا ہوں جائیں۔

تمہاری یہ مسکان سلامت رہے۔ تمہارے سب دکھ اس مسکان سے تحلیل ہو جائیں۔ آباد رہے میری دھی۔ رب سہنا میری دھی کی گود ہری " کرے، تجھے اولاد سے نوازے "

اماں اپنی دھی کو دعائیں دیتی واپس رخصت کر رہی تھی۔ مائیں نصیب لکھیں تو دنیا میں غم کس کے حصے آئیں گے، ــــــــــــــــــــــــ ارے غم لاوارث ہو جائیں گے۔ ہر چہرے، ہر دامن صرف سکھ ہوتا۔ تو کیا سکھ سکھی رکھتا؟۔ بیٹیوں سے ہوائیں کہتی ہیں جتنا بھی رہو مائیکے میں تمہیں لوٹ کر سسرال جانا ہے۔ آج بھی ایک سوال ایسا ہے جس کے جواب پر سوچا جاتا ہے۔ ایک لمبی سوچ جواب پھر بھی نامعلوم ہے۔ دین کا جواب ہمیں پسند نہیں۔ عورت کا گھر کون سا ہے ؟۔ کیوں عورت مکان میں ہو کر بھی لامکان ہے۔ ؟

ٹانگے پر بیٹی وہ اپنے سامان کی گھٹری کے ساتھ چادر والی زلے بھاگتے ہوئے ٹانگے کے نیچے سے نکلتی کچی سڑک پر نظر لگائے بیٹھی ہے۔ وہ آنکھ اٹھا کر اپنے میکے کا پنڈ کیسے دیکھے وہ دور جاتے ہوئے منظر کو دیکھ کر رو دے گی۔ پتھر ہو جائے گی۔ پتھر ایسا کہ جس کی آنکھ بہتی ہے۔

آٹھ سال میں یہ تیسری بار تھا کہ وہ اپنے مائیکے آئی تھی۔ عرفان اعظم اس کا شوہر پہلے سال اتنا اچھا تھا کے لگے کہ کسی لوک کہانی کا اچھا کردار ہے۔ پھر وہ کانوں کا کچا تھا لوگوں کی چہ مگوئیاں اس کے کان تک آئیں تو اس کا کردار اچھائی سے مشکوک ہو گیا۔ وہ غصے کا تیز ہو گیا۔ ہاتھ اٹھا دیتا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر چیختا، اس کے بنائے کھانے میں اسے نقص نظر آنے لگے۔ زلے نقص و نقص ہو گئی۔ رب جانے کہ فطرت کے سانپ کیسے زہریلے سانپ ہیں۔ اس کی ساس زبان کی تیز تھی۔ وہ عورت ایسی تھی کہ اس نے کوئی درگاہ، کوئی پیر، کوئی تعویز نہیں چھوڑا۔ ہر جگہ زلے کو لے کر گئی ہر سُو سے دامن میں ایک خوشی بٹورنی چاہی۔ اماں بی بی کی پوتے کی قلقاریاں سننے کی خواہش زلے کو شریکِ شرک کر گئی۔ وہ دربار والوں سے نہیں مانگتی مگر جب وہ کسی دربار پر جاتی ہے اور جانے کا مقصد اولاد ہی ہوتا ہے تو وہ روح کو گھائل تصور کرتی ہے۔ پیروں سے تعویز لینے کو ہاتھ بڑھاتی وہ مر جانے کی دعائیں کرتی ہے۔

پیر صاحب نے کہا کہ کوئی ہے جس نے ہمارا رزق بند کر دیا ہے۔ کوئی شریک ہمارا۔۔۔۔۔ جو چاہتا ہی نہیں کہ ہمارے گھر دانے وافر مقدار میں " ہوں۔ اور میرے فانے (عرفان) کو اولاد کی خوشی نصیب ہو۔ حق ہا، ان شریکوں پر ان کے جادو میں نے الٹے نہ کروائے تو مجھے کون کہے کہ میں " نصیراں بی بی ہوں۔

اماں بی بی تخت پر بیٹھی ساتھ والے گھروں تلک پہنچتی آواز میں بول رہی تھیں کہ تمام شریک سن لیں۔

اماں مجھے تو کبھی کبھی بھابھی پر صاف جادو کا اثر نظر آتا ہے۔ تو نے دیکھا نہیں اس کی آنکھیں کیسے لال رہتی ہیں۔ بھا سے بھی زبان چلاتی ہے۔ کل سنا " تھا میں نے اس سے اونچی آواز میں بحث کر رہی تھی۔ کہتی تھی کہ یوں کسی دربار سے گود بھری نہیں جاتی، اولاد تو رب کی دَین ہے، تیرے بارے میں " کہہ رہی تھی کہ تو رب کے ساتھ شرک کر رہی ہے۔ اور اس مذہبی پارسا کو بھی شرک کا گناہگار کر رہی ہے۔

جس قصے کو راحیلہ چار کا آٹھ اور آٹھ کا سولہ بتاتی ہے۔ جب یہ واقع پیش آیا تھا اماں بی بی گوگی خالہ کے گھر گئیں تھیں، وہ ہی تو اماں بی بی کی پکی سہیلی ہیں ۔ وہ رشتے کرواتی ہیں، اماں کو راحیلہ کے بیاہ کے لیے کوئی سُہنا سُنکھا، ایسا لڑکا جس کی زمین دیکھیں تو نظر دور سے لوٹ کر واپس آ جائے مگر زمین نہ ختم ہو۔ اماں بی بی چوہدریوں کا شاہی خاندان تلاش کر رہی ہے۔ اپنی کوکھ سے جنی، اپنی پیاری دھی رانی کے لیے تمام عمر کا سکھ، آسائش، ایک لمبی چھوڑی فہرست والا گھر بار جو اس کی بیٹی کے نصیب کھول دے۔

اس کلموہی کی زبان کو زنجیر کا پتہ میں کرواتی ہوں، ماں نے تربیت کتنی گندی کی ہے۔ نسلی عورتیں بھلا ایسی ہوتی ہیں، خدا جانے میرے پتر کے متھے " اماں بی بی کی زبان زہر اگلتی ہے۔ "پہ یہ کلنک بن کر کیوں رہ گئی ہے، اولاد دے نہیں سکتی، کمبخت بانجھ ہمارے ہی نصیبوں کے لیے تھی

ادھر تخت کی داہنی دیوار کے مغرب میں کچن تھا جہاں پھوکنی کی مدد سے کوئلوں کو آگ پکڑاتی زلے کو دیکھ کر لگتا تھا کہ اماں بی بی کے الفاظ اس کی روح کو چھلنی کر رہے ہیں، آگ تھی جو جسم کو لپیٹ گئی اور دماغ اف دماغ سُن ہوا جاتا ہے۔ عرفان سے جب کل اس نے بات کی وہ آدمی اس کو بالوں سے پکڑ کر مارتا ہوا کچے صحن میں گھسیٹ لایا تھا اور اس کے داہنے ہاتھ پر جو رگڑیں آئیں تھیں، جسم درد درد ہوا تھا۔ ان باتوں کا ذکر تو را حیلہ نہیں کر رہی۔ وہ کرے گی بھی۔۔۔۔۔ تو کیا؟ اماں بی بی کہے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اچھا کیا اس کے سپوت نے زلے جیسی عورت پر تو ہاتھ اٹھانا اور اس کی تذلیل کرنا بہت چھوٹی بات ہے۔ بانجھ عورت کو انسان اپنی بنائی جہنم میں بھی جھونک دے تو بھی یہی کہے، اس عورت کے لیے یہ بھی کم تھا۔ عورت کا ایک ہی کام ہے نسل بڑھانا وہ بھی نہ بڑھا سکے تو کس کام کی؟

کوئلے مٹی کے چولہے میں پڑے پڑے باہر جھانک رہے ہیں، کوئی آگ سی دکھائی دیتی ہے، کوئی وجود اس آگ سے نڈھال ہوا جاتا ہے۔ کوئلے کہنے لگے۔

"جلنا سسکنا اور راکھ ہونا ہمارا کام ہے، یہ بھلا زلے تمہیں کب سے ملا ہے، تم کیوں سسکتی ہو۔ پیاری زلے حوصلے کی باہوں سے لپٹ جاؤ۔ تھم جاؤ، سِسکو مت، آزمائش ہے اچھی عورت رب کی آزمائش تمہارے نام ہے۔ "

زلے کا حوصلہ زندہ رہا۔ اس کے پاس ایک حوصلہ ہی تھا۔ اماں بی بی غصے سے بھڑکتی اول فول بولتی زلے کے سر پر پہنچ گئی۔

"کیوں ری تجھے زبان چلانی آگئی ہے لگتا ہے۔ مگر اس کا کیا مطلب ہے کہ میں شرک کر رہی ہوں، رے بدبخت تجھے کیا خبر کتنی شفا ہے ان درگاہ والوں کے پاس۔ تیری گود بھرنے کو میں اتنا کچھ کر رہی ہوں اور تو میرے لیے ہی زہر اگلتی ہے۔ " اماں بی بی نے اس کے چھٹیا میں گندھے بال ہاتھ میں پکڑ کر خم دیا تو اس کی گردن میں ٹیس اٹھی، زلے نے دائیاں رگڑوں والا ہاتھ گردن پر رکھا۔

اس نے ہمت کی اور کہا کیونکے رب سے شرک کے جرم پر۔۔۔ اس کے ضمیر کی آواز اس کو نڈھال کیے دیتی ہے۔

زلے کے بولنے کی دیر تھی اماں بی بی نے اس کے سر کو جھٹکا دیا اور اس کو دائیں "اولاد رب دیتا ہے اماں، اس کے سوا کوئی نہیں جو پیدا کرے " طرف نخوت سے دھکیلا۔

urdunovelsblog

زلے سیدھا جلتی ہوئی لکڑی پر گری اور اس کا دائیاں بازو اور گال دونوں جلتی ہوئی آگ کی نظر ہو گئے۔ جلنے کے درد سے زلے " آئی بڑی مذہبی " کراہنے لگی اور جلدی سے لکڑی سے اٹھی، بچت ہوئی مگر نقصان بھی ہوا، جلتا ہوا گال اور بازو۔۔۔۔۔۔۔۔آہ خدایا۔ اس نے نظر آسمان کی جانب اٹھائی ۔آنکھ کے گوشوں پر قطرے تھے جو سمندر سے نکل کر آئے تھے۔ ایک سمندر بستا ہے اس کی آنکھوں میں مگر گوشوں تلک قطرہ قطرہ آتا ہے۔

اس کی نظر میں رب سے گلہ تھا۔ آس، شکایت، گزارش تھی، کیا کچھ نہیں تھا۔

تو میرا رب نہیں ہے کیا؟ زلے کا دکھ، زلے کے زخم اس کی اذیت ربا ان سب کے علاوہ زلے کے پاس کیا ہے۔ کوئی کندھا نہیں کوئی آس نہیں کوئی " امید نہیں، میرے رب زلے تجھ سے ہر گناہ پر معافی مانگتی ہے۔ یارب مجھ پر رحم کر میرا تن من سب تھکنے لگے ہیں۔ میں حضرت یونس کی طرح اندھیرے سے گھبرا گئی ہوں، یہ تیری دنیا کا روشن اندھیرا میری آنکھیں اور دل تھکا رہا ہے۔ میں تھک گئی ہوں میں رحم مانگتی ہوں۔ اے سننے والے " سن ذرا۔۔۔۔ حضرت سارہ کو حضرت اسحاق نوازنے والے سن ذرا۔۔۔

وہیں چولہے کی دیوار سے لگی زلے بڑبڑاتی ہوئی غنودگی میں چلی گئی۔ پاس پڑی چولہے کی لکڑیاں زلے کے حصے کا جلنے لگیں، آگ آگ، شعلے ہی شعلے، دھواں اور گھٹتا ہوا دم۔

◈◈◈◈◈◈◈◈◈◈◈◈◈◈◈◈

urdunovelsblog

دم کا کیا ہے ہر دکھ میں لگتا ہے رک جائے گا مگر رکتا تب ہے جب کبھی سوچا نہ ہو۔ راحیلہ کا رشتہ دیکھنے والے آئے اور خوب آؤ بھگت کی گئی۔ یہ پکوانوں پہ پکوان پکائے گئے اور رشتہ پکا ہو گیا۔ راحیلہ کو منان کی منگ بنایا گیا۔ شادی کی تاریخ رکھی گئی تیاریاں شروع ہوئیں اور ہوتی رہیں۔ شادی سر پر ہے۔ کام ہی کام ہیں۔ زلے کے ذمے ایک لمبی چوڑی فہرست ہے، گھر کی بہو ہے، اکلوتی بہو۔ تمام گھریلو مہمان نوازی کی ذمے داریاں اسے سونپی گئیں۔ گال پر جلنے کا نشان چھپانے کو اسے گھونگٹ اوڑھنے کا حکم دیا گیا۔ بھلا برادری والے پوچھتے تو کیا کہتے، ساس نے حق کی بات پر چولہے میں جھونک دیا تھا۔ آہاں ایسے کیسے۔ بازو کے نشان تو لمبی آستین چھپا لے گی۔ کچھ لوگوں نے دریافت کیا بھی کہ بہو نے گھونگٹ کیوں اوڑھا ہے تو اماں بی بی نے کہا

بنا منطق کی بات پر سب نے یقین کر لیا۔ عجیب بد دماغ لوگ " زلے کے مائیکے میں رواج ہے نند کی شادی میں بھابھی گھونگھٹ اوڑھتی ہے۔ " ہیں۔

شادی میں چند دن رہ گئے تھے گاؤں کی عورتیں ڈھولک بجانے آج شام سے آنے لگیں۔ یہ دل موہ لینے والے ٹپے، ماہیے گائے جاتے۔ دلہن کو دلہے کے نام سے چھیڑا جاتا۔ شغل میلے کی روشنیاں تھیں۔

ساتھ والے پنڈ سے رضیہ چاچی بھی آئی تھیں۔ چاچی کی تو عمر بھر کی ایک خواہش تھی کہ ان کی بیٹی شمائلہ سے عرفان اعظم کا بیاہ ہو جائے۔ زلے کے بیاہ کر آنے پر چاچی جلتی کڑھتی رہی۔ لمبے عرصے تک چاچی کی جانب سے خواہش کی تکمیل کے لیے خاموشی چھا گئی۔ مگر آج کئی سالوں بعد پھر سے اکٹھے ہونے پر جب معلوم ہوا کہ عرفان اعظم کی نسل اب تک نہ بڑھ سکی، یعنی زلے ماں نہیں بن سکی تو چاچی کی کوششیں عروج پر پہنچ گئیں۔

" عرفان پتر کو دیکھ کر تو میرا دل کڑھتا ہے۔ جوان جہان مرد کے شانے پر ایک بیٹے کی کمی ہے۔ ابھی اس کا بیٹا ہوتا تو وہ اس کو کندھوں پر بٹھا کر گاؤں سے گزرتا تو لوگ رشک کرتے۔ "

چاچی اماں بی بی کے گھٹنے پر ہاتھ دھرے منجی پر اماں بی بی کے ساتھ بیٹھی کہہ رہی تھیں۔ زلے بھی پاس ہی بیٹھی تھی دوسری منجی پر ڈھولک والیوں کو سنتی دیکھتی کے کانوں تک چاچی کے الفاظ بخوبی پہنچے تھے۔

" بس کیا کہہ سکتے ہیں۔ عرفان کی اولاد کا تو مجھے بھی بڑا چاہ ہے مگر۔۔۔ " اماں بی بی کی نظروں میں زلے کے لیے انگارے اور لہجے میں بیٹے کے لیے ہمدردی تھی۔

" مگر کیا جیٹھانی جی۔۔۔ آپ ایسا کیوں نہیں کرتیں کہ عرفان کا دوسرا بیاہ کروا دیں۔ آپ کا آنگن اپنے آپ رونقوں سے بھر جائے گا " مشورہ دیا۔ زلے اپنے شوہر کے دوسرے بیاہ پر دل پسیج کر رہ گئی۔

میں نے بات چلائی ہے۔ گوگی سے کہا ہے کہ راحیلہ کا بیاہ سکھی ساندی ہو جائے۔ پھر میرے لال کے لیے کوئی گھر ڈھونڈے جس خاندان میں کوئی" عورت بانجھ نہ ہو تاکہ آنے والی بھی بانجھ نہ ہو "

زلے کو سمجھ آ گیا تھا کہ فیصلے کیے جا چکے ہیں۔ معاملے طے شدہ ہیں۔ اس سے کون پوچھے گا اس کے کہنے پر کون رُکے گا۔ وہ وہاں سے اٹھ گئی۔

چاچی " کہیں اور کیوں جانا ہے جیٹھانی جی، آپ کی اپنی شمائلہ بھی تو ہے۔ میرے لیے تو وہ آپ کی ہی بیٹی ہے۔ آپ اسے اپنی بیٹی بنانا چاہیں گیں؟ " نے دھڑ سے بیٹی کا نام چُننے کے لیے دے دیا۔

اماں بی بی خوش ہو گئیں " ارے کیوں نہیں، شمائلہ دھی تو ہماری بہت پیاری دھی ہے۔ "

urdunovelsblog

چاچی نے پوچھا "میں رشتہ پکا سمجھوں؟ "

اماں نے ہامی بھر لی " ہاں ہاں بالکل پکا "

خدشہ ظاہر کیا " عرفان مان جائے گا؟ "

تکبر سے کہا " وہ میری کوئی بات نہیں ٹالتا "

" مبارک "

" مبارک " ــــــــــــــــ

راحلیہ کی مہندی کے روز زلے کو پتا چلا کہ عرفان کا رشتہ شمائلہ سے پکا کر دیا گیا ہے۔راحیلہ کی مہندی پر زلے کے مائیکے والے بھی بلائے گئے تھے۔ اماں اور سکندر نہیں آئے بس ابا آیا تھا۔ابا زلے سے ملا اور مہندی کی رات وہیں رہا۔ابا کو بھی پنڈ کے لوگوں سے خبر ملی کہ عرفان دوسرا بیاہ رچانے والا ہے۔ابا نے زلے کو بلایا اور بیٹھا کر کہا۔

" مرد کو چار کی اجازت ہے۔دین نے دی ہے۔آنے والی کے ساتھ تجھے اچھے سے رہنا ہے۔لڑتی نہ پھڑنا۔اپنا گھر ہی خراب کرے گی تو۔اور عرفان کو بھی خود سے بدزن کرے گی۔اپنے گھر کو آباد کرنے کی کوشش کریں ہر حال میں۔شوہر کو ناراض نہ کریں۔۔ " ابا مہندی کی رات ہی واپس لوٹ گیا ۔زلے نے ابا کی ہر نصیحت پر جی ابا جی ابا کہا اور خاموشی اختیار کر لی۔اس کی آواز کون سنتا بھلا؟اب تو زلے کو خود بھی اپنی آواز اجنبی لگتی تھی۔کہاں ہیں خبر نوید کی؟

نوید کی خیر یہاں ہے۔عالم میں زلے کے چہچہانے کی آواز گونجے تو تم حیرانگی سے غش نہ کھا جانا۔ہوا یہ ہے کہ خبر ملی راحتوں سے بھری ہوئی۔جیسے ٹھنڈی ہوائیں ہیں جو جلتے ہوئے جسم کو سکون بخشنے آ پہنچی ہیں۔بجھتی ہوئی آنکھ کو نور کا قطرہ ملا ہے۔قریبِ مرگ دل کو ڈھڑکن کا پتا ملا ہے۔کوئی اجڑا ہوا باغ ہے جو کھل اٹھا ہے۔چار سو بہار ہے۔اور زلے کی آنکھیں خوشی سے نم ہوئی جاتی ہیں۔زلے کیا کرتی ہے دکھوں میں بھی روتی تھی اور خوشی میں بھی روتی ہے۔جہاں مانگی ہوئی مراد مکمل ہو اور انسان حیرت و خوشی کے جذبات سے آشنا ہو وہاں اظہار مسکراہٹ سے کیا جائے تو کم ہے۔آنسو بہیں اور آنکھیں روشن ہوں اور چہرہ کھلا ہو تو سماں بنتا ہے، بات بنتی ہے۔یہ زلے جو خوش ہے خبر تو سن لو۔

ہوائیں پھولوں کو سَر گی ویلے کی بات بتاتی ہیں۔ کہتی ہیں۔ خبر یہ ہے کہ ہماری زلے، تمہاری زلے خیر سے اولاد والی ہو جائے گی اب۔ سنا ہے اس کی گود اب قلقاریوں والے سے بھری ہے۔ کسی ننھے کے آنے کی خبر ملی ہے۔ اور پھول خبر سنتے ہیں اپنی خوشبو بکھیرتے ہوئے آگے خبر پھیلانے کو پہنچتے ہیں۔ اب عالم میں ہو شے تک یہ خبر یونہی اسی ذریعہ ابلاغ سے پہنچے گی۔ ہوائیں، پھول، دیوار سے دیوار، پنچھی سے پنچھی۔

" میں بہت خوش ہوں عرفان۔ رب سُہنے نے ہماری سن لی۔ ہمارے صبر قبول ہوئے ہماری دعائیں سنی گئیں۔ ہماری بھی اولاد ہو گی اب ہماری اولاد۔۔۔۔۔۔۔۔ " خوشی کے جزبے سے بولتی زلے آخر میں شکر سے روپڑی۔

" عرفان کا چہرہ بہت خوشی کے جذبات کیوں نہیں رکھتا۔" ہاں، تو بس اب سب کو بتادے۔ راحیلہ کی شادی میں کوئی بھی ملے اسے یہ خبر ضرور دینا " خیر جانے دو۔ زلے تو خوش ہے نا۔

" زلے کے تو رنگ ہی نرالے ہوئے " نا بھلا میں کیوں چرچا کروں۔ نظر بھی لگ جاتی ہے عرفان۔ ہماری خوشی ہے میں تو ہر نظر سے بچاؤں گی اسے " جاتے ہیں۔ اپنے پلنگ پر بیٹھی چہکتی، مہکتی، نڈر عورت۔

" عرفان مٹی کی دیوار پر " تجھ سے جتنا کہا ہے نا اتنا کیا کر زلے اپنی عقل نہ چلایا کر، نہیں لگتی کسی کی بھی نظر۔ البتہ تجھے سب کی دعائیں ہی ملیں گی۔ " لگے چھوٹے سے آئینے کے سامنے کھڑا بال بناتا ہوا پلنگ پر بیٹھی زلے سے مخاطب تھا۔

" مگر عرفان "

" عرفان کہہ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ زلے کو " اگر مگر کچھ نہیں زلے۔ اپنی زبان کے جوہر قابو میں رکھ، اور جو میں نے کہا اس پر عمل کریں۔ " بھی اب نکلنا چاہیے آج شام راحیلہ کی بارات آجائے گی۔ باراتیوں کے لیے گاؤں بھر سے جو بستر آئے ہیں ان کی بھی دیکھنا ہے۔ گھر میں بنتی ہوئی میٹھائی بھی سنبھالنی ہے، دلہن کے سو کام ہیں اس کا جوڑا، اس کے سسرال والوں کے جوڑے سب کے سب ابھی گاؤں کی عورتوں کو دیکھانے ہیں۔

پھر بری نکالی گئی۔ کچے صحن میں چارپائی پر دلہن کے کپڑے جوتے اور اس کے سسرال والوں کو دینے والے کپڑے، جوتے اور بہت سا سامان گاؤں کی عورتوں کو دیکھایا گیا۔ ابھی یہ پہلی بار تھا۔ ابھی بارات آتی تو پھر بارات والے اپنی لائی گئی بری دیکھاتے اور دلہن والی اپنی۔

urdunovelsblog

بارات مغرب تک پہنچ آئی۔ بھاگتے ڈوڑتے کام ہوتے رہے۔ایک بات عجیب تھی۔ دلہے کی ماں اور باپ اماں بی بی اور عرفان کو لے کر اکیلے کمرے میں بہت دیر تک کچھ باتیں کرتے رہے، ناجانے کیا ہوا تھا۔ دلہے کی ماں بارات کے ساتھ آئی تو غصے میں تھی، مگر پھر جب کمرے سے نکلی تو اس کا چہرہ پر سکون ہو گیا تھا۔

نکاح سے قبل دلہے کی ماں مہمانوں کو چائے پلاتی زلے کے پاس آئی اور کہنے لگی۔

" سنا ہے زلے آٹھ سال بعد تمہارا پیر بھاری ہے "

زلے نے ان کو چائے کی پیالی تھمائی۔ " اللہ کا کرم ہے چاچی، سب اس کی عطا ہے "

" بہت صبر کیا ہے تمہارے سسرال والوں نے، بھئی ہمارے ہاں تو آٹھ سال نہ گزارے جاتے، ایک سال بعد ہی دوسری بیاہ کر لے آئی جاتی۔ " طنز تھا اور ہتک تھی۔

زلے بس ان کی بات پر خاموش رہتی وہاں سے چائے کی پیالیاں لیتی دوسرے مہمانوں کے پاس چلی گئی۔

نکاح ہو گیا۔اور باراتیوں کی چارپائیوں پر بستر بچھا دیے گئے۔ عورتیں دیر رات تک چغلیاں کرتی رہیں۔ بوڑھے کچھ دیر بیٹھے گپیں ہانکتے رہے پھر سو گئے۔ مرد حضرات باہر ڈیرے میں بیٹھک میں بیٹھے محفل لگاتے رہے اور نوجوان لڑکیاں چھت پر چاند ستاروں کو دیکھتیں کسی سنانے والی سے پیار اور محبت کی باتیں سنتی رہیں۔اور اپنے لیے اچھے ہمسفر کی دعائیں دل ہی دل میں مانگتیں آمین پڑھتی رہیں۔

کسی لڑکی نے کہا کہ صبح صادق کے وقت فلاں رخ چہرہ کر کے فلاں وظیفہ پڑھو تو دنیا کا بہترین آدمی ملتا ہے۔اس کی بات پر سب نے ہنسی اڑائی مگر دل ہی دل میں اس کا بتایا وظیفہ دہرا کر یاد کرنے لگیں۔ آہ بہترین ساتھی پاکر خوش نصیب ہونے کے لیے دعائیں اور وظیفے کرتی ہوئی لڑکیاں۔ شادی سے قبل کے شہزادیوں سی زندگی کے تصور، دل پر ہاتھ رکھ کر آنے والی زندگی کو خوبصورت تصور کرتی آنکھیں۔اے خدا کسی بھی لڑکی کے نصیب دکھ نہ آئے۔

بارات تین دن رکی اور پھر دلہن رخصت کر دی گئی۔ سارے گاؤں میں میٹھائی کے دو دو دانے تقسیم کیے گئے۔ جس جس نے بستر بیجھے، چارپائیاں بیجھیں وہ اس کو اس کی بتائی گی نشانی کا حساب لگا کر واپس کیے گئے۔ بیٹی رخصت ہو گئی۔ اماں بی بی نے بہت دعائیں دے کر رخصت کی اپنی بیٹی۔ کہ کبھی نہ آئے آنکھ میں آنسو

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

پر کھڑا تماشہ دیکھ رہا ہے۔ اماں بی بی تو زلے کے سر پر ہاتھ رکھے بیٹھی ہیں۔ آنسو۔۔۔۔۔ آنسو کم پڑ گئے۔ وہ دم گھٹنے کا درد سہہ رہی ہے عرفان سر آنکھوں میں سرد مہری ہے۔ چہرہ ہر جذبات سے عاری ہے۔ اور عرفان وہ تو وحشت میں لگتا ہے کنپٹی سے پسینہ ہوتا ہوا اس کے چہرے پر بہہ رہا ہے۔ زہر دینا آسان نہیں ہوتا۔ دل گردے کا کام ہوتا ہے۔ اس نے اماں بی بی کا دیا زہر والا دودھ اپنے ہاتھوں سے اس کو پلایا تھا۔ اب اس کی آنکھیں سفید اور چہرہ نیلا ہوا جاتا ہے۔ چند لمحے باقی ہیں پھر زہر سانس روک دے گا۔ زلے۔۔۔۔ زلے تڑپ رہی ہے مگر جانتی نہیں کہ زہر دینے کی وجہ کیا ہے؟ اس کی سفید ہوتی آنکھیں سوال گو ہیں۔ دم گھٹتے ہوئے حلق سے آواز نکلے تو وہ پوچھے

مگر آواز نکلے تو " میرا کیا قصور ہے۔ مجھے زہر کیوں دیا ہے۔ میری اولاد بھی مر رہی ہے، اف یہ کیا کیا تم لوگوں نے۔ میں نے کیا کیا ہے۔ ہوا کیا ہے " تب وہ پوچھے نا۔

عرفان بدبخت، بے ضمیر آدمی پسینے سے شرابور چہرہ صاف کرتا گھبراہٹ سے پوچھ رہا تھا۔ " اماں یہ کب مرے گی، زہر کا پورا اثر نہیں ہوا لگتا ہے "

یہ زہر بہت اچھا ہے فانے (عرفان) ، یہ ہماری اس مصیبت کو جڑ سے ختم کر دے گا۔ پھر تیرا بیاہ شمائلہ سے کروں گی اور راحیلہ کے سسرال والوں " اماں بی بی نے زلے کے سر پر رکھا ہاتھ اس کے گال پر پھیرا، خود زہر دینا اور پھر سرہانے بیٹھ کر مرنے کا انتظار کرنا " کے خدشے بھی دور ہو جائیں گے یعنی مردہ انسانیت کا حال۔

ماں بیٹے کی باتیں سنتی زلے کے منہ سے سسکی نکلی اور بس دو لفظ ادا ہوئے۔

آہ رے ماں کی ممتا۔ " میرا بچہ "

کون سا بچہ؟ بانجھ عورت۔ تیرا کوئی بچہ وچہ پیدا نہیں ہونے والا۔ تو ہمیشہ سے بانجھ تھی اور اسی لیے تو مر رہی ہے۔ ہم نے جھوٹ بولا تھا کہ تو ماں " بننے والی ہے۔

عرفان نے اس کا جبڑا اپنے کردرے ہاتھ میں لے کر دباتے کہا تو اس کی بات پر زلے کی آنکھیں حیرت سے بڑی ہو گئیں۔یعنی وہ سب جھوٹ تھا جو چار دن زلے نے بیتائے ممتا کے احساس کے سنگ۔سب کا سب جھوٹ تھا۔

راحیلہ کی مہندی کی رات عرفان کے پاس دلہے والوں کی طرف سے اس کا دوست آیا جو دلہے کے گاؤں سے تھا۔اس نے خبر دی کہ ،کسی نے دلہے کی ماں کو خبر دی ہے کہ عرفان کے ہاں آٹھ سال سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا۔اس کی بیوی بانجھ ہے۔اس لیے وہ کسی ایسے خاندان میں رشتہ نہیں کرے گی جہاں پر کوئی عورت بانجھ ہو۔اس خاندان کی عورت سے وہ اپنے بیٹے کا بیاہ نہیں کرے گی۔ عرفان نے خبر سنی تو بھاگا بھاگا اماں بی بی کے پاس آیا اور سب ان کے گوش گزار کر دیا۔

اماں بی بی اور عرفان دونوں پریشان ہو گئے۔اگر بارات نہ آئی تو ان کی سارے جہان میں رسوائی ہو جاتی اور پھر کون آتا راحیلہ کو بیاہنے۔گوگی خالہ سے اماں بی بی نے مشورہ کیا کیونکہ وہ ان کی پکی سہیلی تھی۔

گوگی خالہ پان دان بغل " سب سے کہو کہ زلے پیٹ سے ہے۔یہ خبر صبح تک ہر عوت کے کان میں ڈال دو اور بارات والوں تک بھی یہ خبر پہنچا دو " میں دیے لال زبان سے مشورہ دینے اول اول ٹھہری۔

عرفان نے جنجھلا کر کہا۔ " مگر یہ جھوٹ تو کھل جائے گا اس جھوٹ کا کیا فائدہ "

تو کیوں پریشان ہوتا ہے چوڑے۔تو بس راحیلہ کی شادی کے لیے یہ خبر پھیلا دے۔پھر چاہے تو مار دینا زلے کو،وہی زہر دے دینا۔اور کہنا مر گئی "
" سانپ کاٹنے سے
گوگی خالہ نے پان منہ سے تھوکتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ترکیب بتائی۔

اماں بی بی عرفان کو کہا۔ " بس عرفان،جا تو دائی کو بلوا بھیج اور مجھے پیسے دے تا کہ دائی کا منہ بھی بند کر وا سکوں "

کی ماں کو اور باپ کو بارات آنے پ عرفان اور اماں بی بی سامنے بیٹھا کر کہا کہ ایسی پھر یونہی کیا گیا جیسا ترکیب میں تھا۔ جھوٹی خبر پھیلائی گئی۔اور دلہے کوئی بات نہیں ہے جیسی ان کو خبر ملی ہے۔ان کے گھر بھی اولاد آنے والی ہے۔زلے بانجھ نہیں ہے ان کے خاندان میں کوئی بھی بانجھ نہیں ہے۔

دلہے کی ماں تو مشکوک نظروں سے دیکھتی رہی۔ مگر اماں بی بی نے خوب کہانی سنائی اور سب ٹھیک کر لیا گیا۔ ان سب کو کیا فکر کہ خوشی کی خبر سن کر زلے کون سی ہوئیں میں ہے۔ جھوٹے، مکار، فریبی لوگ۔

زلے نامی پتلے میں جان کے آثار چند دن تک نظر آئے پھر شادی والے گھر سے مہمانوں کے جانے کا انتظار کیا گیا۔ اور زہر لایا گیا۔ مغرب کے وقت زلے کے پاس عرفان آیا اور اس کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا۔ اس نے پلایا وہ پی گئی۔ اس نے مارا وہ مر گئی۔ کوئی خبر دے زلے کے بھائی سکندر کو کہ وہ مر گئی۔ وعدہ ہو رہا ہوا۔ خبر مائیکے لوٹ کر جائے گی تو جنازے کی۔ کوئی قصہ گو سکندر سے کہے کہ اس کی واحد سامع دنیا فانی سے کوچ کر گئی۔ اب کسی سنائے گا وہ قصے۔ سکندر تیرے قصے تو اب ان سنے رہیں گے۔ سننے والی اب نہ آئے گی لوٹ کر۔

عرفان نے کوفت سے چارپائی پر لیٹی زلے کو دیکھا جو مرنے کے لیے بھی وقت لگا رہی تھی۔ یہ عرفان مرد ہے یاں وحشی درندہ، کون مارتا ہے اپنے آٹھ سال کے ساتھی کو وہ بھی ایسی ساتھی جس نے اتنا سہا مگر صبر کیا۔ اماں بی بی نے زلے کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ سانس کا مدھم مدھم رستہ بند ہو گیا۔ دماغ سن ہو گیا اور جسم بے جان۔

زلے کی آنکھ کی پتلیاں ساکت ہو گئیں، زہر اثر دیکھا گیا مر گئی زلے، اس کی گردن لڑھک کر دائیں کندھے پر گر گئی۔ اس کا ہاتھ بے جان ہو کر چارپائی سے نیچے جھول گیا۔

ہوائیں اس کے چہرہ سے ٹکرا کر گزریں اور خبر اپنے ساتھ والوں کو دینے کمرے سے باہر ہو لیں۔ پھر دیواروں کو بھی خبر ہوئی۔ درختوں پر بیٹھے پنچھیوں کو بھی افسوس لگا۔ زلے کی کہانی تمام ہوئی۔ مگر کیا یہ کہانی صرف زلے کی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے اپنے حلقۂ احباب میں رہتی زلے کو۔ صدی چاہے جو بھی ہو۔ انسویں ہو، بیسویں ہو یاں اکسویں ہو۔ زلے کا غم آج بھی کسی اور عورت سے میل کھاتا ہے۔ کوئی عورت آج کی زلے ہے۔ بھلا عورتوں پر بھی ظلم ہونے بند ہوئے ہیں۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ ہاں اب نہیں ہوتے کسی عورت پر ظلم تو تم اندھے ہو آنکھ والے اندھے، خبر والے بے خبر۔ عورت پر ظلم عورت نہیں بلکہ حیوان کرتے ہیں وہ حیوان مرد بھی ہو سکتا ہے اور دوسری عورت بھی۔

کوسوں دور کوئی ماں اپنی چودہ، پندرہ سال کی بیٹی کو بتا رہی ہے کہ اس کا نکاح ہے۔ برصغیر کی ہوائیں نئی زلے کی کہانی کی ابتدا دیکھتیں ہیں۔ کہانی آج بھی ایسی ہے، عورت آج بھی اولاد کے نام پر مار کھاتی ہے، مرتی ہے اور اولاد ہو بھی تو بھی سسکتی ہے۔ یہ بیٹی بیاہ کر لے جانے والے اسے زر خرید غلام آج بھی سمجھتے ہیں۔ زلے ہر ہر حال میں ہر صدی میں ہوتی ہے۔

urdunovelsblog